مولانا محمد انور ثاقب
درجہ تبلیغ

سائنس اور اسلام

سائنس کا موجودہ دور ہزاروں برس کے ذہن انسانی کے ارتقاء کا نتیجہ ہے۔ سائنس اپنی انتہائی ترقیوں کو چھو رہی ہے اس حیرت انگیز ترقی کو دیکھ کر یہ کہنا بجا ہوگا عصر حاضر علوم طبیعہ کی معراج کا دور ہے سائنس کو نقطۂ عروج تک پہنچانے میں جہاں تجربات و مشاہدات کا عظیم حصہ ہے وہاں افکار و نظریات بھی برابر کے شریک ہیں۔ کوئی سلیم الفطرت اس کی افادیت کا انکار نہیں کر سکتا۔

سائنس اسلام کی ضد نہیں:-

ہماری معیشت اور قومی تشخص سائنس کی ترقی سے وابستہ ہے۔ عرفان حقیقت ایسی چیز نہیں جس کا علوم و فنون، اور خارجی ارتقاء کی تکمیل سے کوئی لگاؤ نہ ہو بلکہ اس کے برعکس انسان کا علم آفاق کے بارے میں جس قدر زیادہ درست اور استوار ہوگا۔ اسی نسبت سے اس کا عرفان النفس زیادہ صحیح، صاف اور قابل اعتماد ہوگا۔ موجودہ ترقیات کو روحانیات کا بہترین وسیلہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ اس کے قصر ہمایوں کی بنیاد اس ہستی مطلق کے عقیدے پر قائم ہو جس کا تصور اسلام نے پیش کیا۔ سائنسی تحقیقات اسلام کی مؤید تو ہو سکتی ہیں۔ یعنی اس کی تحقیقات کی حقانیت کو اسلام کے اصولوں پر پرکھا جا سکتا ہے۔ مگر سائنس پر مذہب کو نہیں تولا جا سکتا غور و فکر کے نتائج غلط ہو سکتے ہیں۔ لیکن اسلام کے ابدی اصول نہیں بدل سکتے؛

قرآن نظر و فکر کی دعوت دے کر اپنی حقانیت پر دلیل لاتا ہے۔ اگر تخلیق کائنات میں تدبر کرنا بے سود ہو تو لازم آئے گا۔ کہ قرآن کی دلیل لغو اور عبث قرار پائے حالانکہ اصحاب فکر و نظر ارض و سموات کی تخلیق میں غور و خوض کے بعد بے ساختہ پکار اٹھتے ہیں رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا جس سے یہ حقیقت بے غبار ہو جاتی ہے کہ عقل سلیم کی مساعی کا منتہیٰ اسلام ہے۔ البتہ حریت فکر اور آزادی عمل کی بے راہ روی کے نتائج دعواقب جو فلسفہ دہریت کا مآل قرار پائیں۔ ہمارے مبحث سے خارج ہیں۔

ہمارے مقالہ کا مرکزی نقطہ غور و فکر ہے۔ جس کے محیط پر ہماری معلومات گردش کرتی نظر آئیں گی۔ اسلام عقل نا تمام سے اسی طرح آگے بڑھ گیا جس طرح عقل حواس سے آگے بڑھ گئی جیسے حواس خمسہ دو دونی چار بنانے سے عاجز و قاصر ہیں۔ ایسے ہی عقل مجرد۔ مبدا و معاد۔ عالم برزخ کے احوال و کیفیات عالم اخروی کے کوائف۔ حشر و نشر کی تفصیلات دوزخ و جنت کے حالات جن کا ادراک خاصۂ نبوت ہے۔ عقل نا تمام ان امور کے احاطہ سے مجبور و لاچار ہے۔ نکاح و طلاق کی حلت و حرمت۔ تشکیل معاشرہ جس کا تصور اسلام نے دیا۔ کیا عقل نا تمام ان جزئیات کی تفصیل بیان کرنے پہ حاوی ہو سکتی ہے۔ وہ یقیناً ان امور پہ حاوی نہیں ہو سکتی۔ عالم آخرت کا جو نقش اسلام نے پیش کیا۔ وہاں طائر عقل کی پرواز ہرگز ممکن نہیں یہ آسمان نبوت ہے۔ جس کے آفتاب عالمتاب حضور ختمیت مآب اور ستارے انبیاء کرام اور رسل عظام ہیں۔

ہمارے علوم کا ذریعہ اخذ و اقتباس حواس و عقل اور وجدان ہے گویا دائرہ محسوسات و معقولات اور وجدانیات ہماری جولانگاہیں اور محور افکار ہیں۔ جہاں حواس کی رسائی نہیں وہاں عقل کی فرس رانی ہے۔ جب اس کی دوڑ کی حد بندی ہوتی ہے۔ تو ہمارے روحانی تقاضوں کی ابتداء ہوتی ہے۔ جس کی تکمیل کے لئے ہم نبوت کے محتاج ہیں۔ نبوت کا مرکز حضور ختمیت مآب ہیں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر مسیح ابن مریم تک تمام اس بارگاہ قدسی میں التماس کرتے نظر آ رہے ہیں۔

کائنات اور خالق کائنات:۔

کاش دنیا اسلام کی بتائی شاہراہ پر گامزن ہوتی تو آج امریکی سرمایہ داری کے مصائب اور روسی اشتراکیت کے مظالم سے دوچار نہ ہونا پڑتا تاہم سکون قلب مادیات کی ترقی میں تلاش کر رہے ہیں۔ کوئی مادہ۔ کوئی انرجی کو مبداء فیاض قرار دے رہا ہے۔ کوئی اتفاقیات کا قائل ہے یہ مرکزی وحدت یعنی ہستی مطلق سے انحراف کے نتائج ہیں۔ جس ذات لم یزل کا تصور اسلام نے پیش کیا تسکین روح اسی کے ذکر جمیل میں ہے۔

یہ کائنات کے حسین مناظر کوئی کھیل نہیں۔ کہکشاں کا نظر فریب قدیم قافلہ سورج کے ارد گرد سیاروں اور ستاروں کا رقص شفق کی سرخیاں چاند کا جمال پھولوں کی رنگینی اور معطر ہوائی سرسراہٹیں زمین کی پر اسرار تڑپ پہاڑی چشموں کے ترنم آبشاروں کے ہنگامے اور خود نا قابل تسخیر ذہن انسانی الیکٹران۔ نیوٹران اور پروٹان کی اتفاقی ترکیب کا نتیجہ نہیں ہیں۔ بلکہ ان میں سے ہر شئی اسی ذات لم یزل کی نشاندہی کرتی ہے۔ جو اس عالم رنگ و بو کی خالق ہے،

خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اپنے حواس کے پردوں پر دھندلے عکوس کو نظر انداز کر کے محض اپنی قلبی واردات پہ غور و خوض کرتے ہیں۔ علم حقیقی کی لذتوں سے آشنا ہوتے ہیں اور بعد الموت فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ،

مُقتدِرَہ انہیں کی شان میں وارد ہوا ہے۔ حیات جاویداں انہیں کو حاصل ہوتی ہے۔

یہ کائنات نہ تو علت و معلول کا غیر متناہی سلسلہ ہے اور نہ ہی جوہروں کی اتفاقی ترکیب کا نتیجہ ہے بلکہ اسے ایک علیم و خبیر، سمیع و بصیر اور قادر مطلق نے اپنی حکمت سے پیدا کیا ہے۔ جب کوئی سائنسدان بحیثیت مسلمان اس مرقعہ تکوین (کائنات) میں غور و فکر کرے گا۔ تو حجابات ظلمانی اٹھتے چلے جائیں گے اس پر یہ امر واضح ہو جائے گا۔

کہ تخلیق کائنات بالحق ہے۔ رحمت الہیہ اس میں کارفرما ہے۔ جس کی فطرت میں اور خوبی اس کے مزاج میں اعتدال اور افعال میں خواص ہیں۔ اس کی فطرت میں بناؤ اور خوبی اس کے مزاج میں اعتدال اور افعال میں خواص ہیں۔ اس کی صورت میں حسن اور صداؤں میں نغمہ اور بو میں عطر بیزی ہے۔ اس کا طبعی تقاضا نظام میں تعمیر و درستگی ہے۔

غرضیکہ ایک سائنسدان کو مناظر کائنات میں حسن الوہیت کے جلوے نظر آئیں گے۔ ایمانی تونیں اجاگر ہوتی جائے گی۔ موجودات ارضی و سماوی اس کی رحمانیت و رحیمیت کے مظاہر دکھائی دیں گے۔

ہستی مطلق کے دلائل عقلیہ:-

ہر متحرک جب حرکت کرے گا۔ تو ضروری ہے۔ کہ اس کو اپنے متمم و غایت کی جانب شوق و رغبت ہوگی اور ظاہر ہے کہ جو چیز مشتاق الیہ اور مطلوب ہوتی ہے۔ وہ علت ہوتی ہے۔ مشتاق و طالب کی اور ہر علت کا اپنے معلول سے بالطبع مقدم ہونا لازم و واجب ہے لہذا ثابت ہوا کہ جب تمام اجسام طبعی کا متحرک ہونا لازم ہے۔ اور ان کے لئے محرک کا ہونا بھی ضروری ہے۔ جو ان کی علت ہوگا۔ تو صانع اول و علت حقیقی کے وجود پر حرکت سے استدلال کرنا تمام چیزوں سے زیادہ صریح اور اظہر ہے۔ کیونکہ حرکت کا تمام اجسام کے لئے ضروری ہونا ایک امر بدیہی ہے۔

محرک، متحرک کا مغایر ہوتا ہے:-

جو تمام اشیاء کا محرک ہے وہ خود متحرک نہیں، بلکہ ان تمام اشیاء کا متمم یا ان کی حرکت کی علت ہے۔ محرک و متحرک کی مغائرت پر دلیل۔ جسم متحرک حیوان ہوگا۔ یا غیر اگر حیوان ہے۔ تو اس کے جزو منتزع ہیں اور حیوان میں حرکت باقی رہنی چاہیئے کیونکہ جزو اپنی حقیقت و ماہیت میں مثل کل کے ہوتا ہے۔ حالانکہ جزو منتزع میں حرکت باقی نہیں رہتی بنہ چلا کہ جسم حیوان کی حرکت اس کی ذات سے نہیں۔

متحرک نبات میں بھی یہی تقریر جاری ہوگی۔ اب رہا جماد تو وہ عناصر سے ایک عنصر ہوگا۔ یا عناصر کے مرکبات میں سے کوئی مرکب جمادی۔ اگر عنصر واحد ہو تو بحالت حرکت ذاتی فرض کرنے کے یہ لازم آتا ہے۔ کہ وہ اپنے مرکز و مقام خاص پر جاکر متحرک رہے اور ساکن نہ ہو کیونکہ حرکت اس کی ذات سے فرض کی گئی ہے اور اگر اپنے مرکز پر ٹھہر جائے تو لازم آتا ہے۔

کہ سوائے مرکز کے کبھی جہاں کہیں چاہیئے۔ حیوان کی طرح ٹھہر جایا کرے اور جب چاہے۔ حرکت کیا کرے۔ حالانکہ یہ امر مشاہدہ اور ہدایت کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ متحرک عناصر جب تک اپنے مخصوص مقام پر نہیں پہنچتے متحرک رہتے ہیں۔ اور مرکز پر آتے ہی ساکن ہو جاتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ عناصر و جمادات کی حرکت ان کی ذات سے نہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ :۔

اگر کوئی خیال کرے کہ عناصر اپنے مرکز کے طالب و مشتاق رہتے ہیں۔ اور ان کی حرکت اپنے مکان خاص کی طلب و اشتیاق کی وجہ سے ہوتی ہے۔ وہی مطلوب ان کا محرک ہے تاہم ہمارا مدعا ثابت ہے کہ جو ان کا مطلوب ہے۔ وہ طالب و متحرک کا لا محالہ غیر ہے۔

بیان مرقومہ کی روشنی میں محرک اور متحرک کی مغائرت ثابت ہو گئی اب میں عرض کروں گا۔ اگر وہ محرک خود بھی متحرک ہو گا۔ تو ہم یہی تقریر اس میں جاری کریں گے۔ یہاں تک کہ سلسلہ ایسے محرک پر منتہی ہو گا۔ جو خود متحرک نہ ہو اور تمام محرکین سے مقدمہ و اول ہو وہی ذات واجب ہے۔

دلیل ثالث :۔

ہر جسم طبیعت ضرور رکھتا ہے۔ طبیعت ہے۔ تو حرکت بھی لازم ہے کیونکہ حرکت طبیعت کی دلیل و نشانی ہے۔ پس یہ ممکن نہیں کہ جو محرک اول ہے وہ متحرک ہو اس لئے کہ اگر متحرک ہو گا۔ تو کوئی اس کا محرک ضرور تسلیم کرنا ہو گا۔ جب کوئی محرک نکلا تو اس کی اولیت جاتی رہی حالانکہ ہم نے فرض کیا تھا کہ محرک اول ہے۔ و ہذا خلف ان دلائل کی روشنی میں معلوم ہو گیا۔ کہ محرک اول جسم بھی نہیں رکھتا اس لئے کہ جسم کے لئے متحرک ہونا لازم ہے اور متحرک ہونے کی صورت میں وہی استحالہ لازم آئے گا۔ جس کا بیان قارئین کرام زیب سماعت فرما چکے۔

وحدت باری تعالیٰ پر دلیل :۔

فاعل حقیقی کا متعدد ہونا اس کی ترکیب کو مستلزم ہے۔ اس لئے کہ فاعل ہونے میں تو سب مشترک ہوں گے۔ اور اپنی اپنی ذات میں مختلف ہوں گے۔ جو چیز وجہ اختلاف ہے وہ مغائر ہو گی۔ اس کی جو وجہ اشتراک ہے پس ہر فاعل مرکب ہو گا۔ اپنے جوہر ذاتی سے اور زیادتی خاص سے اور ترکیب خود حرکت ہے کیونکہ ترکیب ایک اثر ہے۔ جس کے لئے مؤثر کی ضرورت ہے تو لازم آئے گا۔ کہ فاعل مرکب کے لئے کوئی اور فاعل ہو ایسے ہی سلسلہ غیر متناہی حد تک چلا جائے گا۔ لہذا ضروری ہوا۔ کہ یہ سلسلہ کسی ایک فاعل پر ختم ہو ورنہ تسلسل محال لازم آئے گا۔

تخلیق عالم :۔

جملہ مخلوقات عالم میں جو تغیر و تبدل، موت و حیات، فنار و بقار ہوتی رہتی ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ ان مخلوقات کی صرف صورت بدلتی رہتی ہے۔ اور ہیولیٰ (مادہ) جو صورت کا موضوع و محل ہے۔ بالکل نہیں بدلتا جیسا کہ حکماء نے صاف تصریح فرمادی کہ اجسام میں صورت ایک ایسے امر ثابت کے تابع ہوتی ہے۔ جو متغیر نہیں ہوتا اور یکے بعد دیگرے صورت اختیار کرتا رہتا ہے۔ پس کل اشکال یا صور ہیولانیہ اجسام میں حلول کرتی یا ان میں پائی جاتی ہیں۔ اور اجسام جو ان صورتوں کے حامل ہوتے ہیں۔ اپنی کیفیت اور صورت بدلتے رہتے ہیں خود وہ جسم ہیولیٰ ثانیہ نہیں بدلتا۔ اب ہیولیٰ ثانیہ (جسم) کے تبدل صورت میں تین احتمال پائے جاتے ہیں (۱) پہلی صورت کی بقاء کے ساتھ دوسری صورت کا آنا (۲) پہلی صورت کسی اور جسم میں چلی جائے (۳) پہلی صورت بالکل معدوم ہوگئی۔ پہلا احتمال باطل ہے کیونکہ مختلف صورتیں اور باہم متضاد شکلیں ایک جسم میں جمع نہیں ہو سکتیں دوسرا احتمال بھی باطل ہے۔ اس لئے کہ نقل مکانی اجسام میں ہوا کرتا ہے اعراض بالذات اس قابل نہیں ہوتیں۔ تیسرا احتمال متعین ہوگیا کہ پہلی صورت معدوم ہوجاتی ہے۔ جب پہلی صورت میں عدم کے بعد وجود تسلیم ہوا۔ تو یہی حال صورت ثانیہ کا بھی ہوگا۔ کیونکہ صورت ثانیہ کا اس جسم میں پہلے سے ہوتا یا کسی دوسرے جسم میں ہونا اور وہاں سے اس جسم میں منتقل ہونا دونوں احتمالوں کا بطلان ظاہر ہوچکا۔ لہذا ثابت ہوا کہ جملہ اشیار متلونہ و متغیرہ یعنی صورت اور خطوط اور نقش و نگار۔ تمام اعراض و کیفیات کسی چیز سے پیدا نہیں ہوئیں بلکہ عدم محض سے وجود میں آئی ہیں۔ حکیم جالینوس کا مذہب کہ ہر موجود کسی موجود سے پیدا ہوتا ہے۔ اور جدید سائنس دانوں کا اصول کہ کوئی مثبت منفی سے نہیں ہوتا سراسر باطل ہے اس لئے کہ اگر اللہ تعالیٰ موجود سے کسی موجود کو وجود میں لاتا ہے تو ابداع کے کوئی معنیٰ متصور نہیں ہوتے ابداع کے معنیٰ ہی ایجاد الشیئ لامن شئی کے ہیں۔ صفت ابداع کے اثبات پر نص قرآنی بدیع السمٰوٰت والارض وارد ہوئی ہے

دلیل ثانی :۔

ہر حیوان غیر حیوان سے پیدا ہوتا ہے۔ منازل غذا پر غور کیجئے کہ وہ کتنے تغیرات کے بعد خیر و بدن بنتی ہے۔ خون غذا سے بنا اور غذا نباتات سے نباتات استقصات یا عناصر سے عناصر بسائط سے اور بسائط ہیولیٰ (مادہ) و صورت سے بنتے ہیں۔ خون کے بعد کا مرتبہ جسے جوہر حیات سے تعبیر کیا جاتا ہے وہ پہلے ان مذکورہ بالا صورتوں میں تھا۔ اور ہیولیٰ (مادہ) و صورت کیونکہ اوّل موجودات ہیں۔ ایک دوسرے سے الگ نہیں پائے جا سکتے۔ اس لئے ان کا انحلال کسی شئی موجود کی صورت میں ممکن نہیں بلکہ خواہ مخواہ یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ یہ عدم سے وجود میں آئے لہذا ثابت ہوگیا کہ ہر جسم کی انتہائے

انحلال عدم تک پہنچنی ہے یہی ہمارا دعویٰ ہے کہ کائنات کو خالق کائنات کتم عدم سے معرض وجود میں لایا ہر ممکن مسبوق بالعدم ہے"

یاد رہے کہ ممکنات کا فرد آخر الی الماضی ہیولیٰ ہو یا انرجی یا شئی آخر وہ یقیناً قابل فنا اور مسبوق بالعدم ہے۔ کتم عدم سے معرض وجود میں ارادہ الٰہی کے تحت موجود ہوا۔

ممکنات کے اندر جو صفات کمالیہ پائی جاتی ہیں۔ مثلاً حیات۔ علم۔ قدرت۔ ارادہ۔ سمع و بصر وغیرہ ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مبداء فیاض میں یہ صفات کمالیہ سمات حدوث سے منزہ بالذات ضرور پائی جاتی ہیں بے شعور مادہ اور انرجی وغیرہ کی طرف ان امور مذکورہ کی نسبت کا کوئی قائل ہی نہیں تو معلوم ہوا کہ مبدائیت کی صفت مادہ اور انرجی کی طرف تفویض کرنا یا انہیں مبداء فیاض قرار دینا اپنی لاشعوری کا ثبوت دینا ہے۔

حیات بعد الممات:۔

عالم اخروی کا انکار انسانی وجدان اور فطرت سلیمہ کے منافی ہے۔ ادنیٰ سی التفات کے بعد یہ عقدہ حل ہو جاتا ہے۔ انفس و آفاق میں اسی کے دلائل پایۂ ثبوت کو پہنچ چکے ہیں۔ بنی نوع انسان کی فطرت میں یہ حقیقت ودیعت رکھ دی گئی ہے۔ کہ تخلیق انسانی ایک آرزوئے عامہ اپنے دامن میں لے کر معرض وجود میں آتی ہے۔ کہ انسان طبعی طور پر جلب منفعت اور دفع مضرت کرتا رہتا ہے۔ تمام زندگی اسی سعی و کاوش میں گذر جاتی ہے۔ لیکن سکون دائمی حاصل نہیں ہوتا انسانی طبع ہر وقت راحت کی طلبگار رہتی ہے۔ دنیا میں بادشاہت راحت انسانی کا ارتقائی نتیجہ ہے تاہم اس منصب جلیل پر فائز ہو کر بھی انسان راحت کامل اور سکون تام حاصل نہیں کر سکتا اس آرزو کی تکمیل سے قاصر رہتا ہے۔

غرضیکہ دنیا میں اس تمنا کا اسعاف ناممکن ہے۔ اس لئے کہ یہ عالم کون و فساد ہے اور خیر و شر کا حسین امتزاج ہے اب اگر کوئی اور عالم اس کے حصول و وقوع کا تسلیم نہ کیا جائے تو اس آرزو کی تخلیق بے کار ثابت ہو گی غرضیکہ جس عالم میں یہ آرزوئے انسانی پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے گی۔ اسی کا نام اسلام نے دار السلام سلامتی کا گھر جنت رکھا جس کے اندر کسی تکلیف کا شائبہ بھی متصور نہیں ہوتا۔

دلیل ثانی:۔

جب کسی مرکب کی تحلیل ہوتی ہے۔ تو اس کے اجزاء اپنے اپنے مرکز طبعی کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ مثلاً انسان کا جسد عنصری اربعہ عناصر سے مرکب ہے طریان موت کے بعد اس کے اجزاء اپنے اپنے حیز طبعی کی طرف رجعت کر جائیں گے۔ اسی طرح رنج و الم اور راحت و مسرت کا بھی حیز طبعی ہے جس طرح رنج اور مسرت میں تضاد ہے اسی طرح ان کے

جز بھی الگ الگ ہیں۔ عالم اخروی میں یہ دونوں مرکز پائے جاتے ہیں۔ ایک رنج والم کا ہے۔ ایک خوشی وشادمانی کا ہے جب تک انسان عالم کون وفساد میں ہے۔ اس وقت تک راحت ابدی یا حزن دائمی سے آشنا نہیں ہوسکتا جیسے عالم رویا کا انکشاف اس وقت تک ممکن نہیں جب تک عالم منام میں انسان قدم نہیں رکھتا انسان میں نیند کو پیدا فرماکر عالم رویا پر دلیل قائم فرمادی اور انسان میں راحت سرمدی کا تجسس اور آرزو پیدا فرماکر عالم اخروی کے وجود پہ اللہ نے دلیل قائم فرمادی اور اپنے جلووں کو ہر عالم میں بکھیر دیا۔ سَنُرِيْهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ اس عالم کون وفساد میں خوشی اور غم دونوں کو ظاہر فرمایا اور عالم آخرت جو دارالجزاء ہے وہاں ان امور متضادہ کا مختلف ہونا عقلاً ضروری ہے اس لئے کہ اگر ہمیشہ ایسا ہی رہے تو ان کے جزء طبعی کا تصور بھی قائم نہیں ہوتا جو بداہۃً کے خلاف ہے تو پتہ چلا کہ مکافات عمل کے بعد انسان جس حیات کو حاصل کرے گا۔ وہ یقیناً کسی ایک امر خیر یا شر کے دوام واستمرار پہ مبنی ہو گی یہ عالم کون وفساد دارالجزاء نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اس کی ذات میں خیر وشر کے دوام واستمرار پہ مبنی ہو گی یہ عالم کون وفساد دارالجزاء نہیں ہوسکتا اس کہ اس کی ذات میں خیر وشر کا وجود پایا جاتا ہے۔ جب یہ مرکب ہے تو انحلال کے بعد جو چیز معرض وجود میں آئے گی وہ اس کی مغایر ہو گی فطرت انسانی میں جب رنج والم اور فرحت وشادمانی کی آمیزش ہے تو یقیناً یہ بھی انحلال کے بعد اپنے اپنے مرکز کی طرف لوٹ جائیں گے ہر شی کا جزء طبعی ہوتا ہے خوشی کا مرکز جنت ہے اور درد والم کا منبع جہنم ہے۔

فطرت کے جمال وزیبائی کے تابندہ نقوش میں غور وفکر کے بعد یہ حقیقت بھی روشن ہو جاتی ہے کہ ہر چیز کوئی نہ کوئی خاصہ اور نتیجہ ضرور رکھتی ہے۔ یہ تمام خواص ونتائج ایک امر لابدی ہیں۔ اس کے ساتھ یہ امر بھی واضح ہو جاتا ہے۔ کہ اعمال انسانی بھی اچھے اور برے خواص ونتائج ضرور رکھتے ہیں۔ جب ہر چیز دنیا میں کوئی نہ کوئی مقصد ومنتہیٰ رکھتی ہے تو [illegible] انسانی کے لئے بھی کوئی مقصد اور منتہیٰ ضرور ہونا چاہیئے یہ منتہیٰ عالم اخروی ہے۔ جہاں سعید وشقی الگ ہو جائیں گے نیک کاروں کے لئے حیات ہے جس کے بعد موت نہیں شباب ہے جس کے بعد شیخوخت نہیں صحت ہے مرض نہیں راحت ہی راحت ہے غم کا نام ونشان نہیں،

وجود انسانی کائنات ارضی کے سلسلہ خلقت کی آخری کڑی ہے۔ بلکہ خلاصہ موجودات اور نتیجہ ممکنات ہے۔ یہ مہمل کیسے چھوڑا جائے گا۔ أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ سُدًى انسان کے اعمال کو بے کار چھوڑ دینا ان پر مواخذہ نہ ہونا حکیم ازلی کی حکمت کے منافی ہے،

کچھ وہ لوگ ہیں جو خالق کائنات اور اس کی قدرت سے بے خبر ہو کر حشر ونشر کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان بوسیدہ ہڈیوں میں جان کون ڈالے گا بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جن مُردوں کا نام ونشان تک مٹ گیا ہو وہ دوبارہ زندہ ہو جائیں قرآن اپنے مخصوص فلسفیانہ اور حکیمانہ انداز میں ان کی تردید کرتا ہے۔ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنْشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ۔

جس نے نشاۃ اولیٰ کی وہ نشاۃ ثانیہ بھی کر سکتا ہے جس نے عدم کو وجود بخشا وہ عدم ثانی کے بعد بدرجہ اولیٰ زندہ کر سکتا ہے۔ جس نے ابداع کیا وہ اعادہ کیوں نہیں کر سکتا۔ هَلْ اَتیٰ عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا فرما کر ہمارا اعدم یاد کرایا اور وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِیْمُ فرما کر ہماری نشاۃ ثانیہ اور اپنے علم ازلی اور صفت خالقیت پر دلیل قائم فرمادی۔

سائنس کی ضرورت :-

ہمارے لئے سائنس از حد ضروری ہے اس کے ذریعے ایسے ایسے راز ہائے سربستہ بے نقاب ہوتے ہیں۔ جو ہمارے حاشیہ خیال میں بھی نہیں آسکتے اسی کے نتائج و ثمرات ہیں کہ مہینوں کا سفر دنوں میں ہو رہا ہے۔ ایک سیکنڈ میں ہم اپنی آوازیں اور تصویریں زمین کے اردگرد سات بار گھما سکتے ہیں، آئے دن اس کے محیر العقول انکشافات سنے جاتے ہیں،

عقل انسانی کی کرشمہ سازیاں آپ حضرات کے سامنے ہیں ان حقائق کے پیش نظر ہمیں سائنس کو اپنے نصاب تعلیم کا جزو لاینفک قرار دینا از بس ضروری ہے،

کائنات کی ہر شئی اپنے خالق لم یزل کی لا محدود قدرت اور اس کی حکمت بالغہ پر شاہد عدل ہے قرآن انفس و آفاق کی نشانیوں کو معرفت الٰہیہ کا شاہکار قرار دیتا ہے۔ ایک مسلمان سائنسدان پر جو راز ہائے سربستہ کھل سکتے ہیں۔ اور اسے عرفان الٰہی حاصل ہو سکتا ہے۔ وہ غیر کے حق میں متصور نہیں سائنس کی ترقی کے ضمن میں اسلام کے ایسے حقائق جو بظاہر مستبعد معلوم ہوتے ہیں ان کی حقانیت واضح ہوتی چلی جائے گی،

علم فی نفسہ کمال اور عین جمال ہے اس کا کوئی پہلو، کوئی شعبہ، کوئی صنف، کوئی شاخ بے سود نہیں اس کی افادیت کا مرکزی نقطہ عرفان یزداں اور تسکین روح ہے۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ ہر عمل کا ثمرہ نیت پر مرتب ہوتا ہے۔ مذاہب باطلہ کی تردید کے لئے اگر ان کے عقائد کاذبہ کا مطالعہ کیا جائے تو وہ بھی باعث ثواب ہوگا۔ ورنہ بری نیت سے قرآن کی تلاوت بھی ہلاکت ابدی اور خسران مبین کا موجب ہوگی،

دیگر حیوانات سے انسان کا مابہ الامتیاز جوہر علمی کے سوا اور کیا ہے۔ نفس ناطقہ انسانی رب جلیل کی ایسی تجلی عظیم کا مظہر ہے جس کے متحمل ارض و سموات اور جبال بھی نہ ہو سکے لیکن انسان اس بار امانت کا حامل قرار پایا ارشاد باری ہوا اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا تخلیق انسانی تمام حقائق لطیفہ کی جامع ہے غور و فکر فطرت انسانی کا جزو لاینفک ہے۔ جب اس نے دیکھا کہ چشمے اس طرح مترنم ہیں۔ جیسے فطرت کسی جشن میں مصروف ہو۔ کہیں چاند افق کے نیلے دامن سے ظاہر ہو رہا ہے۔ کہیں کہکشاں کا قافلہ افق کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پھیلا ہوا ہے سورج ڈوبتے ہی آسمان پر ایک

عجیب محفل جم جاتی ہے۔ یہ چاند سورج ستارے، سیارے۔ خشک وتر، گرم وسرد۔ تلخ وشیریں مرئی وغیر مرئی سب انسان کے لئے ہیں ساری کائنات میں تغیر کی ندی رواں دواں ہے ایک ذات بے ہمتہ مستجمع جمیع صفات کما لیہ حی وقیوم۔ ازلی وابدی ان پردوں کے عقب میں فیضان وجود کررہی ہے تو روح انسانی وجد میں آگئی اور انسان اس ذات لم یزلی کی تسبیح وتقدیس میں بے اختیار رطب اللسان ہو گیا،

اس ہستی مطلق کے جلوے ذرے ذرے میں ہویدا ہیں۔ اسی ذات کے تصور کی پائیداری ہماری کشت عقائد وافکار کو ہر قسم کی پراگندگی سے محفوظ رکھتی ہے۔ اگر ہماری سائنس اسی وحدت پر قائم ہو تو اس کی تحقیق نرم رو جوئے آب کی طرح ہمارے عقائد ونظریات کی کھیتی کو سیراب کر سکتی ہے"

ہمارا ماضی:۔

یورپ وامریکہ کو جو علم کی لگن پیدا ہوئی اور ان کو علم کی شعاعیں حاصل ہوئیں ان کے دلوں میں نور کی شمع روشن ہوئی وہ ان قندیلوں کی رہین منت ہے جو مسلمانوں نے ہسپانیہ کی درسگاہوں میں روشن کی تھیں لیکن افسوس ہم اسلاف کے کردار ماضی کو فراموش کرکے آج رقص وسرود میں سکون حیات تلاش کرتے ہیں۔ اندلس نے ایسے نامور اہل قلم اشخاص پیدا کئے جنہوں نے ارسطو، افلاطون، ارشمیدس، اقلیدس اور جالینوس وغیرہ کی معلومات کی اس رنگ میں تردید وتکذیب کی کہ ان پر حرف غلط کی طرح خط تنسیخ کھینچ دیا گیا۔

یورپ ہمارے احسانات سے دامن نہیں بچا سکتا ہمارے فاضل ہیئت دان الزرقانی نے کیپلر کی پیدائش سے پانسو برس قبل یہ دعویٰ کیا کہ سیارے سورج کے اردگرد جیومیٹری کے بالکل گول دائروں میں نہیں بلکہ بیضوی مداروں میں گردش کرتے ہیں۔ اس قول میں یورپ کے پیشوا بطلیموس کے دعوے کی تردید بھی ہو گئی جو اہل علم پر مخفی نہیں الزرقانی کے ایک سو سال بعد مسلمانوں نے فن ریاضی میں حیرت انگیز ترقی کی جسے تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی اس زمانے میں رومن ہندسے مروج تھے۔ جو ریاضی کی ترقی میں خلیج کا باعث تھے۔ اس سے پہلے دنیا نو تک گنتی تھی مسلمانوں نے صفر ایجاد کرکے ایک انقلاب عظیم برپا کیا نیوٹن نے جن اصولوں پر اپنے فلسفہ کی عمارت تعمیر کی اور ان اصولوں کی وضع سے قبل اس نے زوردار تفسیریں کیں بہ نیوٹنی حرکیات کے اصول اور ان کی تفسیریں اقلیدس کے اصولوں سے زیادہ قوی نہیں تھے۔ بالآخر مرور زمانہ کے بعد دونوں کا انجام ایک سا ہوا۔ اقلیدس کے اصول چار سو برس تک حقائق کی حیثیت سے دیکھے گئے۔ اس کے بعد بطلیموس نے یہ ثابت کر دیا کہ اقلیدس کے یہ حقائق، حقائق نہیں بلکہ مفروضے ہیں۔ بطلیموس کے نظریات کو بھی پائیداری حاصل نہ ہوئی۔ آٹھ سو برس کے بعد عربوں نے دلائل کی روشنی میں بطلیموس کی تحقیقات کو خرافات قرار دے دیا۔ بالکل اسی طرح نیوٹن کے حقائق کی طبعی عمر دو سو برس سے زیادہ نہ ہوئی۔ ویآنا کے پروفیسر ماش

نے ثابت کر دیا کہ نیوٹن کے حقائق بھی اقلیدس اور بطلیموس کے مفروضوں سے کچھ مختلف نہیں۔[1]

قرون وسطیٰ کے مسلمان فلسفیوں، مفکروں اور سائنسدانوں نے انسانیت کی تعمیر کے لئے سائنس اور معقولات کی ترویج و ترقی میں جو کارنامے انجام دیئے۔ تاریخ انہیں کبھی نہیں بھلا سکتی یہ وہ دور تھا جس میں طب۔ ادویہ سازی جراحی۔ ریاضی۔ منطق۔ جغرافیہ۔ تاریخ۔ ہیئت۔ فلکیات۔ موسیقی۔ مصوری۔ ادب۔ فلسفہ۔ کیمیا اور طبعیات پر ایک سے ایک عمدہ کتاب آسانی سے مل سکتی تھی۔ ہیئت دانوں کے لئے رصدگاہیں تعمیر ہوئیں۔ طبیبوں کو ہسپتالوں کی نگرانی سونپی گئی۔ فلسفی اپنے کام میں لگے تھے فقہا اپنا فریضہ انجام دے رہے تھے۔ غرضیکہ ہر صاحب فن اپنے اپنے فن میں نقطہ کمال کو چھو رہا تھا اور ان سب کا باہمی ارتباط اس وحدت ایمانی کے سبب تھا۔ جس نے ان سب کو موتیوں کی طرح ایک سلک میں پرو دیا تھا اس اتحاد و یگانگت اور بے نظیر نظم و نسق کے بعد جو کارنامہ انجام دیا گیا وہ بھی بے مثال تھا چرخ گردوں نے ایسا انقلاب کبھی نہ دیکھا تھا۔ کونسا علم تھا جو ہمارے بطون سے ظہور میں نہ آیا ہو۔ کونسا فن تھا جس پر مسلمانوں نے طبع آزمائی نہ کی ہو۔ اس وقت مسلمانوں نے زمانے میں علوم و فنون کی دھاک بٹھا دی تھی اور اس حقیقت کو ثابت کر دکھایا کہ علم و حکمت کا سرچشمہ ایمان ہے۔ تمام دنیا اسی باب حرم کی دریوزہ گری کر رہی ہے ہر دور میں کسی نہ کسی علم و فن کا ظہور ہوتا رہا ہے۔ مرکزی نقطہ ہمارے اسلاف ہی رہے ہیں۔ یورپ و امریکہ ہمارے ہی خوشہ چین ہیں۔

حکمت ایشاں فرنگی زاد نیست
اصل او جز لذت ایجاد نیست
نیک اگر بینی مسلمان زادہ است
ایں گوہر از دست ما افتادہ است (اقبال)

ہمیں قدیم علوم کو فرسودہ اور لاطائل قرار دے کر رد نہیں کرنا بلکہ قدیم و جدید علوم کا ایک حسین امتزاج معرض وجود میں لانا ہے۔ سائنس کی تحقیقات کو جو لوگ علی الاطلاق خلاف شرع اور محال قرار دیتے ہیں وہ دراصل جانتے ہی نہیں کہ شرع کیا چیز ہے اور محال اور ممکن کی حقیقت کیا ہے وہ ان امور کی ماہیت ہی سے ناآشنا ہیں۔ استبعاد عقلی کو محال گردانتے ہیں۔ چاند پر اترنا اور اسے اپنا مستقر بنانا اس کے استحالہ پر کوئی دلیل نہیں ہماری آوازوں کا فضائے بسیط میں قائم و باقی رہنا اور ان میں خط امتیاز پیدا کرنا اس کے امتناع عقلی پر بھی کوئی برہان قائم نہیں ہو سکتی غرضیکہ مادی راکٹوں کے ذریعے چاند تک پہنچنے اور مشتری و مریخ کے درمیان سفر کرنے کہکشانوں اور سحابیوں کی سرحدوں سے پار نکلنے کے دعاوی نہ تو خلاف عقل ہی ہیں اور نہ حد امکان سے باہر اسی طرح سائنسدانوں کے متعلق یہ کہہ دینا کہ مستقبل کے متعلق ان کے تخمینے اور انکشافات سراسر سراب اور فریب نظر ہیں۔ عقل کی وسعتوں سے لاعلمی کا مظاہرہ ہے۔ لیکن یہ

[1] ارتقاء سائنس

حقیقت اپنی جگہ اٹل ہے کہ ہمیں سائنس کو اسلامی نقطہ نظر سے اپنا کر عروج دینا ہوگا۔،،

قرآن کی دعوت:۔

قرآن نے ہمیں صحیفہ فطرت (کائنات) میں غور و خوض کی دعوت دی جو سائنس کا موضوع ہے اس باب میں قرآن کا منہاج استدلال اور اسلوب بیان ایسا دلکش ہے کہ دل کی گہرائیوں میں اترتا جاتا ہے۔ کوئی سلیم الفطرت متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا اس کا طرز خطاب صرف نظری مقدمات اور ذہنی مسلمات کو ترتیب دے کر نتائج کی طرف رہنمائی کرنا نہیں بلکہ وہ انسان کے فطری وجدان و ذوق سے خطاب کرتا ہے۔ وہ بار بار تفکر فی الافاق کی طرف ہماری توجہ مبذول کراتا ہے۔ ستاروں کی ٹمٹماہٹ کالی کالی گھٹائیں بجلی کی چمک سمندر کے مدوجزر فرش زمین کس طرح بچھایا گیا۔ کہاں بچھایا گیا۔ خلا زمین نہ کوئی ستون۔ نہ کوئی سہارا زمین کے دامن پہ پھیلے ہوئے سمندر اور صحراء۔ دشت و دریا۔ ویرانے اور آبادیاں پہاڑ اور میدان۔ یہ سارا کرہ خاک جو ہ۱ؕ فی سیکنڈ کی رفتار سے خلاء میں گھوم رہا ہے زمین پہ زندگی نے، جو رنگینیاں اور گلکاریاں کی ہیں۔ کائنات کے حسین اور دلکش مناظر سب ایک ذات سرمدی کا پتہ دے رہے ہیں۔ ہر جان و بے جان طریان فنا ر کے قابل ہے ہر ذرہ اس کی معرفت کا مظہر ہے اگر ہم غور فکر کریں تو یہ مظاہر کائنات معرفت، یزدان کے شاہکار نظر آئینگے۔،،

پس چہ باید کرد:۔

ہماری قومی غیرت کا تقاضا ہے کہ ہم اپنی دولت سے غافل نہ ہوں علم و حکمت ہماری میراث ہے ہمیں ہمیشہ ہر میدان میں سبقت لے جانی چاہیئے ہم زندہ قوم ہیں۔ ع علم و حکمت را بنا دیگر نہاد کی قومی روایت کو پھر زندہ کرنا چاہیئے ہماری فطرت میں لچک ہے۔ جس کا خاصہ دبانے سے ابھرنا ہے یاد رہے۔

ہمارے بعد کوئی قوم نہیں آئے گی نہ ہمارے بعد کوئی کتاب نازل ہوگی قرآن جو جمیع حقائق و معارف کا جامع اور تمام علوم و فنون کا سرچشمہ ہے اس کی جامعیت اور حضور ختمیت مآب کا آخری نبی ہونا اس امر کا مقتضی ہے کہ تمام کمالات اور علوم عقلیہ و فنون عالیہ کا ظہور علی وجہ الکمال آپ کی امت میں پایا جائے اس لئے کہ آپ کی امت آخری امت ہے جس طرح آپ کے بعد کسی نبی کا پیدا ہونا محال ہے۔ اسی طرح آپ کی امت کے بعد کسی امت کا امکان متصور نہیں ہوتا جس کا نتیجہ بالکل واضح ہے کہ فتح و نصرت کا میدان ہمارے ہاتھ ہے۔ بشرطیکہ ہم اپنی قوت ایمانیہ کو فروغ دیں۔ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ہ رفعت و بلندی کا وعدہ الٰہی اسی شرط ایمان کے ساتھ مشروط ہے۔ ایمان کا وجود کبھی متصور نہ ہوگا۔ حتیٰ کہ ہم ناموس مصطفٰےؐ پر ان کی محبت کے نشے میں سرشار ہو کر اپنی جانوں کو نچھاور نہ کر دیں۔

ے کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اس لئے کہ ایمان عین محبت مصطفےٰ ہے کہ جس قدر اجاگر ہوتی چلی جائے گی اس کے تقاضے ابھرتے جائیں گے ایمان کامل ہوتا جائے گا۔ معاشرہ کی تطہیر کا عنصر بھی اس کے ضمن میں پنپنے لگے گا نیز علم و حکمت کے ابواب بھی مفتوح ہوتے جائیں گے۔ قوت ایمانی ہی میں کامیابی کا راز مضمر ہے اس امر سے کون انکار کر سکتا ہے۔ کہ ظہور ایمان میں ہے خفا کفر میں نور ایمان میں ہے ظلمت کفر میں راحت ایمان میں ہے غم و حزن، کفر میں حسن، ایمان میں ہے قبح کفر میں غرضیکہ کمالات کا منشاء ایمان ہے"

جب ہم یورپ کی نشاۃ ثانیہ پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو اس کا گہوارہ۔ اٹلی نہیں بلکہ اندلس ہی نظر آتا ہے۔ رومتہ الکبریٰ کے زوال کے بعد جب کہ یورپ ابھی جہالت و گمنامی کے اندھیروں میں ڈوبا ہوا تھا۔ اسلامی دنیا کے شہر بغداد قاہرہ۔ اور طلیطلہ انتہائی تہذیب و ثقافت کے عظیم مراکز کی حیثیت اختیار کر چکے تھے علوم و فنون کے یہی وہ مراکز تھے۔ جہاں انسان ایک ایسی زندگی اور اسلوب زیست سے پہلی بار فیضیاب ہوا۔ جس نے انسانی ارتقاء کی بالکل نئی طرح ڈالی اسی نہج پر زمانہ اپنی درازی کے ساتھ گزر گیا ان تغیرات زمانہ میں ارباب بصیرت کے لئے عبرتیں ہیں۔ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّہَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ۔ بے شک ارض و سموات کے پیدا کرنے میں اولی الالباب کے لئے بڑی ہی نشانیاں ہیں۔ ہمیں سوچنا ہوگا۔ کہ ہم کیا تھے۔ اور اب کیا ہیں۔ اور علم و حکمت کی جس بے پناہ دولت نے ہم میں عظیم مفکر اور عظیم سائنسدان پیدا کئے ہمیں پھر اسی دولت کو حاصل کرنا ہے ——

ے
چو عرب اندر اروپا پر کشاد
علم و حکمت را بنا دیگر نہاد
دانہ آں صحرا نشیناں کاشتند
حاصلش فرنگیاں برداشتند
ایں پری از شیشۂ اسلاف ماست
باز صیدش کن کہ او از قاف ماست (اقبال)

محمد انور ثاقب

یکم مئی ۱۹۶۷ء